Tauseeq, Volume. 1, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v1i1.1
Received: 21-02-2020
Accepted: 02-03-2020
Published: 30-06-2020

کلام فیض پر فارسی اثرات

(Persian influences on Kalam e Faiz)

ڈاکٹر علی کاوسی نژاد*

Abstract:
Faiz Ahmad Faiz is amongst the most renowned Urdu poets of 20th century. His poetry also encompasses Marxist thoughts and it can be said that he was affiliated with socialism and was a poet of progressive movement. Faiz was deeply influenced by Persian language and literature in his poetry. He beautifully incorporated various Persian words and expressions in his Urdu poetry that enhanced the elegance and allure of his verses. In one of his poems, he expressed his overwhelming reverence and love for Hafiz Shirazi. Besides, Faiz has a written a poem addressing Iranian students and has favoured the Iranian revolution. Being a romantic and revolutionist poet, Faiz has produced such masterpieces of poems through his words and poetic expressions that they will always echo in our minds.

Key Words*:*

Faiz Ahmad Faiz, Persian language and literature, Urdu Poetry of Faiz

فیض کے والد مکرم چوھدری سلطان محمد خان نے زراعت کو چھوڑ کر فارسی، عربی اور انگریزی میں استعداد بہم پہنچائی، افغانستان کی سرکاری وفد کی درخواست پر لاہور سے کابل گئے اور والی افغانستان عبد الرحمن نے چیف سیکرٹری اور پھر سفیر بنا کر لندن روانہ کیا۔

خان بہادر لندن میں تین سال گزارنے کے بعد افغانستان واپس آئے جہاں انہوں نے ایک وزیر زادی سے شادی کی لیکن حکومتی سازشوں سے جان بچا کر راتوں رات افغانستان کو چھوڑ دیا۔ دوران سفر ان کی بیوی کا انتقال ہوا۔(1)

"فیض نے 1916ء میں ابراہیم سیالکوٹی کے مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم شروع کی۔ علامہ اقبال کے استاد شمس العلماء میر حسن سے باقاعدہ فارسی اور عربی میں تعلیم حاصل کی۔"(2)

فیض فارسی زبان وادب سے روشناس تھے اور ان کی اردو شاعری میں اس کی جھلکیاں ہمیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ فیض اپنے عہد کے سربر آوردہ شاعروں کی صف میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی شاعری میں فارسی زبان کے الفاظ اور تراکیب، استعارات و تشبیہات مستعمل ہیں۔ ان کے خاندان میں فارسی زبان کی روایت چلی آ رہی تھی اور ان کے والد ماجد افغانستان میں رہ کر فارسی زبان وادب سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ فیض نے مکتب

*ڈاکٹر علی کاوسی نژاد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف تہران (ایران)

میں فارسی زبان ابراہیم سیالکوٹی سے سیکھی اور فارسی زبان سے ان کی والہانہ محبت اور عقیدت تھی یہاں تک کہ انہوں نے حافظ سے اپنی اس عقیدت اور محبت کو حافظ شیرازی کی ایک غزل سے شعری تضمین لا کر ایک نظم "نذر حافظ" کی صورت میں پیش کی ہے:

نذر حافظ:

"ناصحم گفت بجز غم چہ ہنر دارد عشق
بروائے خواجہ عاقل ہنری بہتر ازاین"
قند دہن، کچھ اس سے زیادہ
لطف سخن، کچھ اس سے زیادہ
فصل خزاں میں مشک بہاراں
برگ سمن، کچھ اس سے زیادہ
حال چمن پر تلخ نوائی
مرغ چمن، کچھ اس سے زیادہ
دل شکنی بھی، دلداری بھی
یاد وطن، کچھ اس سے زیادہ
شمع بدن، فانوس قبا میں
خوبی تن کچھ اس سے زیادہ
عشق میں کیا ہے غم کے علاوہ
خواجہ من کچھ اس سے زیادہ(3)

"**کچھ اس سے زیادہ**" کی ردیف میں فیض نے خوبصورت غزل کی ہیئت میں خواجہ حافظ شیرازی سے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا ہے۔ فیض نے مذکورہ نظم میں خواجہ ءشیراز سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا اور یوں ہم پر یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ فیض فارسی شاعروں میں سب سے زیادہ حافظ شیرازی سے متاثر رہے ہیں اور اگر ان کے اردو کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسے بہت سے فارسی الفاظ وتراکیب ہمیں ملتے ہیں جو انہوں نے براہ راست فارسی شعرا کی غزلیات سے مستعار لیے ہیں۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

یاد **غزال چشماں**، ذکر **سمن عذاراں**
جب چاہا کر لیا ہے کنج قفس بہاراں
آنکھوں میں **دردمندی**، ہونٹوں پہ **عذر خواہی**
جانانہ وار آئی ہے شام فراقیاراں
ناموس جان و دل کی بازی لگی تھی، ورنہ
آساں نہ تھی کچھ ایسی راہ وفا شعاراں!

مجرم ہو خواہ کوئی، رہتا ہے ناصحوں کا
روئے سخن ہمیشہ سوئے **جگر فگاراں**
ہے اب بھی وقت، زاہد، ترمیم زہد کرے
سوئے حرم چلا ہے **انبوہ بادہ خواراں**!
شاید قریب پہنچی صبح وصال ہمدم
موج صبا لیے ہے خوشبوے **خوش کناراں**
ہے اپنی **کشت ویراں** سرسبز اس یقیں سے
آئیں گے اس طرف بھی اک روز **ابر و باراں**
آئے گی فیض، اک دن ابر بہار لے کو
تسلیم **مے فروشاں**، پیغام **مے گساراں**(4)

غزال چشماں، سمن عذاراں، دردمندی، عذر خواہی، جگر فگاراں، انبوہ بادہ خواراں، خوش کناراں، کشت ویراں، ابر و باراں، مے فروشاں اور مے گساراں " ایسی فارسی تراکیب ہیں جن کو فیض نے بڑی مہارت سے اپنی اس نظم میں سموئی ہوئی ہیں۔ یہ وہ تراکیب ہیں جن کی مثالیں فارسی شاعری خاص کر فارسی غزلیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ حافظ کی غزلیات کی ورق گردانی کی جائے تو آسانی سے ان تراکیب کے نمونے ملیں گے۔ دراصل فیض نے فارسی زبان اور شعری ادب سے خوشہ چینی کی ہے اور اردو غزل اور نظم گوئی میں اپنی تخلیقی صلاحیت کے جوہر دکھائے ہیں۔ برصغیر پاک وہند کے اکثر شعرا فارسی زبان و ادب سے متاثر رہے ہیں اور فیض بیسویں صدی کے وہ جید شاعر ہیں جنھوں نے فارسی زبان و ادب سے اثرات قبول کیے ہیں۔

فیض کو فارسی شعر و ادب سے گہری دلچسپی تھی یہاں تک کہ انہوں نے غزل کی ہیئت میں ایک فارسی نعت لکھی جو پانچ اشعار پر مشتمل ہے اور اس میں رسول پاک (ص) سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ فیض کے گھرانے میں فارسی زبان سے محبت کی جو روایت چلی آرہی تھی تو اس کی نشوو نما فیض جیسے باکمال شاعر کے ہاں نمودار ہوئی اور یہ کہنا غلط نہیں ہو گا کہ فیض میں فارسی زبان میں شعر کہنے کی پوری صلاحیت موجود تھی لیکن انہوں نے فارسی زبان میں باقاعدہ شاعری نہیں کی۔ فیض احمد فیض کے مجموعہ ءکلام "غبار ایام" ایک نعت موجود ہے ان کی یہ فارسی نعت ان کی خداداد شعری صلاحیت کی نشانی ہے:

نعت:
اے تو کہ ہست ہر دل محزو نسرائے تو
آوردہ ام سرائے دگر از برائے تو
خواجہ بہ تخت بندہ تشویش مُلک ومال
بر خاک رشک خسرو دوراں گدائے تو
آں جا قصیدہ خوانی لذّات سیم و زر

ایں جافقط حدیث نشاط لقائے تو
آتش فشاں ز قہر و ملامت زبان شیخ
از اشک تر ز درد غریبانز دائے تو
باید کہ ظالمان جہاں راصدا کند
روزے بسوئے عدل وعنایت صدائے تو(5)

فیض نے کتنے خوبصورت انداز میں سرور کائنات رسول کونین کی صفات فارسی نعت میں بیان کی ہیں۔ اس نعت میں شاہ وگدا اور امیر و غریب کا آپس میں موازنہ کیا ہے۔ پہلے شعر میں اس الوہی حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ ہم نے پوری کائنات رسول پاک (ص) کی وجہ سے پیدا کی ہے۔ رسول پاک (ص) سے نذرانہ عقیدت پیش کرنے والے میں سے فیض بھی ایک ہیں جو نبی پاک (ص) سے اپنے گہرے جذبات واحساسات کا بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی، فیض کی اس فارسی نعت کی خصوصیات کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"فیض کی اس مختصر جامع نعت میں نعت کے کسی اساسی اور ثانوی موضوع کا ذکر نہیں لیکن تجلی واردات سے لبریز عقیدت سے سجی ہوئی جذبات نگاری ہے جس پر خارجیمشاہدات اور تجربات کی گہری چھاپ ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس نعت میں کلاسیک نعت کے اساسی مضامین یعنی مولود نگاری، معراج نگاری، سراپا نگاری، نور نگاری، ذکر بخشش، شفاعت، رحمت، عرش، دیار مدینہ، باعثتخلیق کائنات، علم لدنی، اُمّی، مہر نبّوت، معجزات اور نامی گرامی وغیرہ کا ذکر نہیں لیکن خیر البشر سے بشر کی مشکلات اور ان کی محبت کی پرخلوص پیشکش ہے۔ نعت کے ہر شعر سے فیض کا منفرد لہجہ جھلک رہا ہے۔"(6)

فیض کی شاعری میں انقلابی اور رومانوی تاثرات، خیالات اور افکار ملتے ہیں۔ جس دور میں ایرانی انقلاب کے لیے ایرانی طلبا اور عوام جدوجہد کر رہے تھے فیض نے بھی ان کی ان تمام کوششوں سے آگاہ تھے۔ فیض نے اپنی اردو نظموں "ایرانی طلبہ کے نام" اور "وبقی وجہ ربک" میں انقلاب ایران پر گہری نظر ڈالی ہے اور ایرانی طلبا کی بڑی حوصلہ افزائی کی ہے۔

ایرانی طلبہ کے نام
(جو امن و آزادی کی جدجہد میں کام آئے)
یہ کون سخی ہیں
جن کے لہو کی
اشرفیاں چھن چھن، چھن چھن
دھرتی کے پیہم پیاسے
کشکول میں ڈھلتی جاتی ہیں
کشکول کو بھرتی جاتی ہیں
یہ کون جواں ہیں ارض عجم

یہ لکھ لُٹ
جن کے جسموں کی
بھرپور جوانی کا کُندن
یوں خاک میں ریزہ ریزہ ہے
یوں کوچہ کوچہ بکھرا ہے
اے ارض عجم، اے ارض عجم!
کیوں نوچ کے ہنس ہنس پھینک دیے
ان آنکھوں نے اپنے نیلم
ان ہونٹوں نے اپنے مرجاں
ان ہاتھوں کی بے کل چاندی
کس کام آئی کس ہاتھ لگی؟
"اے پوچھنے والے پردیسی
یہ طفل وجواں
اس نور کے نورس موتی ہیں
اس آگ کی کچّی کلیاں ہیں
جس میٹھے نور اور کڑوی آگ
سے ظلم کی اندھی رات میں پھوٹا
صبح بغاوت کا گلشن
اور صبح ہوئی من من، تن تن
ان جسموں کا چاندی سونا
ان چہروں کے نیلم، مرجاں
جگ مگ جگ مگ، رخشاں رخشاں،
جو دیکھنا چاہے پردیسی
پاس آئے دیکھے جی بھر کر
یہ زیست کی رانی کا جھومر
یہ امن کی دیوی کا کنگن!"(7)

ایرانی وزیر اعظم محمد مصدق کے دور میں شہنشاہ ایران کے خلاف مظاہرے ہوئے لیکن امریکی سازشوں کی وجہ سے یہ مظاہرے کامیاب نہیں ہوئے اور اس دوران، تہران اور ایران کے دوسرے شہروں میں ہزاروں ایرانی طلبا شہید کر دیے گئے۔ فیض نے ایرانی طلبا کی یاد میں یہ نظم کہی

اور ایرانی طلبا کی ہمت و حوصلے کی تعریفیں کرنے لگے۔ آجکل ایرانی ادیب اور ایرانی عوام فیض کی اس نظم سے ناواقف ہیں جو انقلاب ایران کے لیے طلبا کی بے مثال قربانیوں کے پس منظر میں لکھی گئی ہے۔

فیض کی دوسری اردو نظم "ویبقی وجہ ربک" ہے جو انہوں نے ایرانی انقلاب کے بارے میں "ویبقی وجہ ربک" کے نام سے جنوری 1979ء امریکہ میں لکھی ہے۔ اس نظم میں قرآنی آیات کے مضامین شامل ہیں جن میں محکوم اور مظلوم قوموں کی جابر و ظالم بادشاہوں پر جیت کی نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ ایرانی عوام نے اپنے ظالم وجابر بادشاہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اس کی سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور اسے ملک بدر کیا۔ فیض نے انقلاب ایران سے متاثر ہو کر یہ نظم لکھی۔ فیض کی اردو شاعری انقلاب اور رومان کا سنگم ہے جس کی بدولت انہوں نے بیک وقت انقلاب اور رومان کو ملا کر اردو شاعری کو مالامال کر دیا۔ فیض اپنے دور کے سیاسی حالات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ سات کی دہائی میں ایران میں بڑے پیمانے پر سیاسی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں اور امام خمینی (رح) جیسی باوقار شخصیت بادشاہ وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ایرانی عوام کو ایک بڑی دینی اور سیاسی قیادت مل گئی۔ محمد رضا شاہ پہلوی کے مدمقابل نہ صرف عوام جدوجہد کر رہے تھے بلکہ اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا و طالبات کی بڑی تعداد ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح بادشاہت کے خلاف کھڑی رہی اور اس کوشش پیہم کے نتیجے میں بادشاہ وقت کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور ایرانی عوام اپنی نئی اور تازہ امنگیں لیے روشن مستقبل کی طرف گامزن رہی۔ ان دونوں نظموں کو کن وجوہات کی بنا پر ایرانی انقلاب کے ساتھ جوڑا جاتا ہے؟ ڈاکٹر سید تقی عابدی اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

> "فیض احمد فیض اردو کے دوسرے شاعر ہیں جنھوں نے ایرانی انقلابی جدوجہد پر دو نظمیں لکھیں۔ پہلی نظم 'دست صبا' میں لکھی جس کا عنوان ہے "ایرانی طلبہ کے نام جو امن و آزادی کی جدوجہد میں کام آئے"۔ دوسری نظم "ویبقی وجہ ربک" لکھی جو "مرے دل مرے مسافر" میں شامل ہے۔ "ایرانی طلبہ کے نام" کی نظم پر اس کی تخلیق کی تاریخ درج نہیں، لیکن "صلیبیں مرے دریچے میں" میں کئی شواہد موجود ہیں کہ یہ نظم حیدرآباد جیل میں لکھی گئی تھی جس کا ذکر فیض نے ایلس کو اپنے خط میں کچھ اس طرح کیا تھا کہ "اس ہفتہ میں نے ایران اور مصر کے شہید طلبہ پر ایک نظم شروع کی ہے۔ جیل میں آنے کے بعد پہلی دفعہ اپنی کسی چیز سے کچھ اطمینان ہوا ہے"۔ فیض صاحب کا خط اس وقت کا ہے جب یہ نظم تکمیل ہوئی نہ تھی۔ اس ساری نظم میں مصر کے طلبہ کا ذکر نہیں بلکہ علامتوں میں صرف ایرانی نسل یعنی ان کے بدن اور آنکھوں کی رنگت کا ذکر بھی ہے" (8)

دلچسپ بات یہ ہے کہ ایران پہلا ملک ہے جس نے سنہ 1947ء میں پاکستان کو بطور ایک آزاد اور خود مختار مملکت تسلیم کیا اور پاکستان نے بھی سنہ 1979ء انقلاب ایران کو تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اور پاکستانی عوام بھی ایران میں اسلامی حکومت کے نفاذ سے کافی خوش نظر آتے تھے۔ ہر چند فیض احمد فیض مارکسی اور اشتراکی نظریات رکھتے تھے لیکن انہوں نے ایرانی طلبا اور فلسطینی مجاہدوں کی قربانیوں کو بہت سراہا۔ امریکا میں بیٹھ کر فیض نے ایرانی انقلاب کی حمایت میں **"ویبقی وجہ ربک"** نامی نظم لکھی جس کے اشعار آج بھی آزادی اور تبدیلی لانے والے لوگوں کی زبانوں پر جاری وساری ہے اور ہمیشہ اس نظم کی صدا فضاؤں میں گونجتی رہتی ہے۔ اس نظم کے اشعار ملاحظہ کیجیے:

ویبقٰی وجہ ربک

ہم دیکھیں گے

لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے

وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے

جو لوحِ ازل میں لکھا ہے

جب ظلم و ستم کے کوہِ گراں

روئی کی طرح اڑ جائیں گے

ہم محکوموں کے پاؤں تلے

جب دھرتی دھڑ دھڑ دھڑکے گی

اور اہلِ حکم کے سر اوپر

جب بجلی کڑ کڑ کڑکے گی

جب ارضِ خدا کے کعبے سے

سب بت اٹھوائے جائیں گے

ہم اہلِ صفا، مردودِ حرم

مسند پہ بٹھائے جائیں گے

سب تاج اُچھالے جائیں گے

سب تخت گرائے جائیں گے

بس نام رہے گا اللہ کا

جو غائب بھی ہے حاضر بھی

جو منظر بھی ہے ناظر بھی

اٹھے گا انا الحق کا نعرہ

جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو

اور راج کرے گی خلق خدا

جو میں بھی ہوں اور تم بھی ہو (9)

انتخاب پیام مشرق کا منظوم ترجمہ:

صد سالہ تقریبات یوم ولادت اقبال کی مناسبت سے فیض نے "انتخاب پیام مشرق" کے عنوان سے علامہ اقبال کے پیام مشرق میں شامل نظموں اور غزلیات کا منظوم ترجمہ کیا جو سنہ 1977ء میں اقبال اکادمی لاہور کی طرف سے زیور اشاعت سے آراستہ ہو کر سامنے آیا۔ چنانچہ فیض نے اس ترجمے کے پیش لفظ میں لکھا ہے اس ترجمے کا مسودہ صوفی غلام مصطفی تبسم کی نظر سے گزرا۔ فیض کو علامہ اقبال کی شاعری سے لگاؤ تھا اور ان کو فارسی زبان اور شاعری پر اتنی دسترس حاصل تھی کہ وہ اقبال جیسے بڑے شاعر کی فارسی نظموں اور غزلیات کا منظوم اردو ترجمہ کر سکے۔ ظاہر ہے فیض جیسی بڑی شخصیت اور باکمال شاعر کو اقبال کی فارسی شاعری میں اتنی دلچسپی محسوس ہوئی کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ پیام مشرق کی منتخب نظموں اور غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ کرے اور اس ترجمے کو ہمیشہ کے لیے تاریخی اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ پیام مشرق تین حصوں لالہء طور، افکار اور مئے باقی (غزلیات) پر مشتمل ہے اور فیض نے اپنی پسند کے مطابق ان تین حصوں میں سے منتخب نظموں اور غزلوں کا اردو جامہ پہنانے کی اچھی کوشش کی۔ اس منتخب منظوم ترجمے کے مطالعے سے قاری علامہ اقبال کے افکار، خیالات اور جذبات سے اپنا ناتا جوڑتا ہے اور اقبال کے بلند و ارفع افکار سے ہماہنگ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ترجمہ منظوم اور آہنگین ہے جس کی وجہ سے قاری کے ذہن و قلب پر اثر انداز ہوتا ہے اور یوں اردو دان طبقہ اور اردو سے محبت کرنے والے قارئین علامہ اقبال کے ان افکار و جذبات سے آشنا ہوتے ہیں۔ فیض احمد فیض نے ان نظموں اور غزلوں پر اردو جامہ پہنایا۔ علامہ اقبال کو افغانستان کے عوام سے گہری محبت تھی۔ علامہ نے سنہ 1933ء افغانستان میں تعلیمی اصلاحات اور کابل میں یونیورسٹی قائم کرانے کے سلسلے میں شاہ افغانستان محمد نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان کا سفر کیا۔ اس سفر کے دوران انہوں نے ایک فارسی مثنوی "مسافر" کے نام سے منظوم کی اور نادر شاہ افغانی، سلطان محمود غزنوی اور سنائی غزنوی سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا۔ جب علامہ اقبال کی وفات ہوئی تو حکومت افغانستان کی طرف سے سنگ زمرد میں کندہ لوح مزار تیار کیا گیا اور اس پر اقبال کی معروف دوبیتی جس میں انہوں نے ملت افغانستان سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا کندہ تھا جو مزار اقبال پر نصب کیا گیا۔ یہ دوبیتی مجموعہ پیام مشرق کے حصہ "لالہ طور" میں شامل ہے اور فیض احمد فیض نے اس کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اصل فارسی دوبیتی اردو منظوم ترجمے کے ساتھ ملاحظہ کیجیے:

نہ افغانیم نے ترک و تتاریم چمن زادیم و از یک شاخساریم

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است کہ ما پروردہ یک نوبہاریم (اقبال)

اردو ترجمہ:

نہ ہم افغان نہ ہم ترک و عرب ہیں   کہ ہم اولاد ہیں اک ہی چمن کے

تمیز رنگ و بو ممنوع ہم کو   کہ پالا ہے ہمیں اک فصل گل نے(10)

افغانستان میں افغان، ترک اور تاتاری قومیں بستی ہیں اور علامہ اقبال نے یہ دوبیتی افغانستان میں اتحاد اور یکدلی کے پس منظر میں کہی ہے اور کہیں عرب کا ذکر نہیں کیا لیکن فیض احمد فیض نے وزن و عروض کی ضرورت کے مطابق، عرب کا لفظ اضافہ کیا ہے جو علامہ اقبال کی سوچ سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا پھر بھی فیض نے نظموں اور غزلوں کے ترجمے میں اپنی خداداد صلاحیت اور شعری جوہر دکھائے ہیں۔ مجموعی طور پر فیض کا یہ منظوم ترجمے اپنی نوعیت کے اعتبار سے انفرادیت رکھتا ہے اور مستحسن ترجمہ خیال کیا جاتا ہے چونکہ علامہ اقبال کے افکار اور شعری جذبات کو اردو میں منتقل کرنے میں کافی حد تک ممد و معاون ہے۔

فیض نے پیام مشرق کے حصہ "مئے باقی" کی منتخب غزلیات کے ترجمے میں اپنی شعری استعداد دکھائی ہے۔ فیض نے وزن اور قافیہ کو برقرار رکھنے کی غرض سے بعض فارسی الفاظ اور شعری تراکیب کو من و عن اردو میں منتقل کیا ہے البتہ منظوم ترجمے میں یہ ایک ناگزیر امر ہے اور شاعر کے جذبات اور احساسات کو بھرپور طریقے سے اردو کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے مترجم کو اصل جذبات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ منظوم ترجمے کے اپنے اصول اور ضابطے ہوتے ہیں اس کے علاوہ اردو اور فارسی کی شاعری میں بہت سی مماثلتیں پائی جاتی ہیں ، استعارات، تشبیہات، کنایات اور تلمیحات کے حوالے سے کافی حد تک فکری قرابت نظر آتی ہے اور فیض نے انہی اصول و ضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال کی شاعری کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ اقبال کی ایک فارسی غزل، فیض کے منظوم ترجمے کے ساتھ ملاحظہ کیجیے جس میں انہوں نے کوشش کی ہے بحر اور وزن کو لحاظ رکھتے ہوئے اس کا منظوم ترجمہ کرے:

از ما بگو سلامی آن ترک تند خورا   کآتش زد از نگاہی یک شہر آرزورا

این نکتہ را شناسد آن دل کہ دردمند است   من گرچہ توبہ گفتم، نشکستہ ام سبورا

ای بلبل از وفایش صد بار با تو گفتم   تو در کنار گیری، باز این رمیدہ بورا (اقبال)

اردو ترجمہ:

میرا اسلام کہہ دو اس ترک تند خو کو   جس کی نظر نے پھونکا اک شہر آرزو کو

یہ نکتہ خوب جانے جو دردمند دل ہے   گو میں نے کی ہے توبہ توڑا نہیں سبو کو

بلبل، سنایا تجھ کو اس بے وفا کا قصہ   تو نے گلے لگایا پھر اُسی رمیدہ بو کو (11)

اس منظوم ترجمے میں فیض نے "ترک تند خو" اور "رمیدہ بو" کی تراکیب میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور انہی تراکیب کو من و عن اردو میں منتقل کیا ہے۔ بعض شعری ضرورتوں کے باعث ایسے مقامات پر مترجم کو یہ خیال آیا کہ انہی الفاظ اور تراکیب کے رد و بدل سے شعری ترجمہ مجروح

ہوتا ہے یوں انہی تراکیب کو من و عن منتقل کیا جائے تو ترجمہ کا حسن برقرار رہتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ فیض، خود فارسی شعر و شاعری سے روشناس ہے اور منظوم ترجمے کی باریکیوں اور لطافتوں سے رمز آشنا بھی ہے، یوں قاری ان کے ترجمے میں زیادہ لطف محسوس کرتا ہے۔

فیض کی اردو شاعری میں مستعمل فارسی الفاظ اور شعری تراکیب سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے ذہن و قلب پر فارسی زبان و ادب اثر انداز ہے اور یہ کہنا غلط نہیں کہ اگر وہ باقاعدہ فارسی میں شاعری کرتے تو اپنے دور کے سربرآوردہ فارسی شعرا کی صف میں ضرور شمار کیے جاتے۔ فیض شناسی کے سلسلے میں ان کی اردو شاعری میں مستعمل فارسی الفاظ و تراکیب کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے کیونکہ فیض فارسی زبان کی کلاسیک فارسی شاعری سے بخوبی رمز آشنا تھے۔

حوالہ جات

1- تقی عابدی، ڈاکٹر سید، فیض فہمی، ملٹیمیڈیا افیئرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵

2- ایضاً۔ ص ۱۵، ۱۶

3۔ فیض احمد فیض، سارے سخن ہمارے (کلیات)، ۲۰۱۲ء، ص ۵۰۴، ۵۰۵

4۔ ایضاً، ص ۸۵، ۸۶

5۔ ایضاً، ص ۶۲۲، ۶۲۳

6۔ تقی عابدی، ڈاکٹر سید، فیض فہمی، ملٹیمیڈیا افیئرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۰۵

7۔ فیض احمد فیض، سارے سخن ہمارے (کلیات)، ۲۰۱۲ء، ص ۲۸۳-۲۸۵

8۔ تقی عابدی، ڈاکٹر سید، فیض فہمی، ملٹی میڈیا افیئرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۳۰

9۔ فیض احمد فیض، ۲۰۱۲ء، سارے سخن ہمارے (کلیات)، ص ۴۷۵-۴۷۷

10۔ فیض احمد فیض، انتخاب پیام مشرق (منظوم اردو ترجمہ)، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۳۱، ۳۲

11۔ ایضاً، ص ۱۵۰، ۱۵۱

References

1- 1-Taqi Abedi,Dr Sayed," FaizFahmi", Multimedia affairs, Lahore,2011,Page15

2- Ibid ,Pages 15-16

3- 3-Faiz Ahmad Faiz, "SaryeSukhanHumary" (Kuliyat), 2002, Pages 504-505

4- Ibid, Pages 85-86
5- Ibid, Pages 622-623
6- TaqiAbedi,Dr Sayed," Faiz Fahmi", Multimedia affairs Lahore,2011,Page 1305
7- Faiz Ahmad Faiz, "SaryeSukhanHumary" (Kuliyat), 2002, Pages 283-285
8- TaqiAbedi,Dr Sayed," Faiz Fahmi", Multimedia affairs Lahore,2011,Page 1330
9- Faiz Ahmad Faiz, "SaryeSukhanHumary" (Kuliyat), 2002,Pages 475-477
10- 10-Faiz Ahmad Faiz, EnteKhab-e- Payqam-e- Mashreq(Manzoom Urdu Tarjuma), Iqbal Academy, Lahore, 1997, Pages 31-32
11- Ibid , Pages 150-151